صدائے وفاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آوازۂ تجدید............تقلید فرنگی کا بہانہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے حال ہی میں اپنی آزاد خیالی اور روشن ضمیری کے زیر اثر رہ کر اسلامی نصوص علیمات کی جو تعبیر و تفہیم کی ہے، اسے بجا طور پر دین اسلام کی واضح تعلیمات سے اظہارِ نفرت، بیزاری اور خالص اسلامی بنیادوں پر تشکیل پانے والے تصورِ پاکستان سے انحراف و بغاوت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

جنرل صاحب نے بی بی سی نیوز نائٹ کے پروگرام میں اپنی دین بیزاری کا تاثر ان لفظوں میں پیش کیا ہے: ''خواتین کو گھروں میں بند رکھنا ایک رجعت پسند نظریہ ہے'' اور ''کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خواتین کو گھروں کے اندر رکھنا چاہیے، انہیں پردہ کروانا چاہیے، یہ بالکل غلط ہے''۔

صدر صاحب نے برقع اور داڑھی کو اپنے گھر کی چاردیواری تک محدود رکھنے کا ایک نیا حکم دریافت کر کے، اس پر ان لفظوں میں روشنی ڈالی ہے: ''ملک کو سب سے بڑا خطرا انتہا پسندی سے ہے، اس پر قابو پانے اور ملک کو جدید راہ پر گامزن کرنے کی ضرورت ہے، پاکستان اسی صورت میں اسلامی اُمّہ کی قیادت کر سکتا ہے کہ جب یہ جدید اور مضبوط ملک ہو۔ پاکستان اعتدال پسند مسلمانوں کا ملک ہے، عوام کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں مولویوں کے اسلام کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کو برقع اور داڑھی پسند ہے تو اسے اپنے اور گھر والوں تک محدود رکھے، اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، اسے پورے معاشرے پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ پاکستان میں انتہا پسندی کسی بھی شکل میں برداشت نہیں کی جائے گی''

صدر صاحب اپنے آئے روز بیانات اور متذکرہ ریمارکس کے تناظر میں روشن خیالی، رواداری اور تحمل و برداشت کے فلسفہ کے پُرزور داعی کی حیثیت سے اپنے آپ کو سامنے لانا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں اب بھی الحمدللہ ایک بڑی اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو پردہ، داڑھی اور دیگر شعائر و احکام اسلام کے سامنے سرِ اطاعت خم کر کے، ان پر مکمل اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور اسلامی شعائر کی مخالفت میں ایسے خفیف استہزائیہ جملوں کا استعمال ان کے اندر غیظ وغلیظ کی آگ بھڑکانے کے مترادف ہے۔ ایسے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ ریمارکس کے ذریعہ، اسلامی شعائر کو ایک خندۂ

استہزاء کے ساتھ مسترد کر کے، لوگوں کے اسلامی جذبات واحساسات کو مجروح کرنا کیا بجائے خود انتہا پسندی نہیں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک قابل لحاظ طبقہ، اپنی زندگی کی عملی سطح کو اسلامی تعلیمات کے قالب میں ڈھالے ہوئے ہے، پردہ کو شریعت کا حکم اور داڑھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور مبارک کی سنت تصور کرتے ہیں، ایسے بیانات دے کر اپنے ہی عوام کے جذبات واحساسات پر ضربیں لگا کر، ان کی حوصلہ شکنی کرنا، ان کی اسلامی اقدار کو فرسودہ قرار دینا، کیا روشن خیالی اور رواداری کے منافی نہیں؟

صدر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اپنے متذکرہ ریمارکس میں انہوں نے جس مسلم امہ کا حوالہ دیا ہے، ڈاڑھی اور پردہ کے احکام کے بارے میں اسی امت کے پیغمبر، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور تعلیمات کیا تھیں؟ کیا حدیث یا تاریخ کے کسی معتبر حوالہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ پردہ اور ڈاڑھی اسلامی احکام میں شامل نہیں؟ کیا وہ اسلام کے دائرہ احکام سے خارج ہیں؟۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ یہ کہ خود اپنے چہرۂ انور کو ڈاڑھی کی زینت سے سجائے رکھا، بلکہ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی داڑھی رکھنے کا حکم دے کر فرمایا۔ ''مونچھوں کو تراشو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ''

ان تصریحات کی روشنی میں صدر صاحب کے تضحیک آمیز بیانات سے ایک باشعور اور دردمند مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ سُنّت نبویہ کو انتہا پسندی کا نام دینا اور اسے فرسودہ روایت سمجھنا اتنی بڑی جسارت ہے کہ ایک حقیقی مسلمان سے جس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

بے پردگی اور آزادی کے جواز کا استدلال پیش کرتے ہوئے، صدر صاحب نے مسلم امہ کی باعصمت اور باپردہ خواتین کے لیے اپنی اہلیہ محترمہ کو نمونہ قرار دیا ہے جن کی اندرون اور بیرون ملک تقریبات میں شرکت کی تصویری جھلکیاں یقیناً اخبارات کی زینت بنتی ہوں گی اور وہ نامحرم مردوں کے ساتھ گروپ فوٹو کے لیے پوز بھی دیتی ہوں گی۔ ایک یہ کردار ہے، دوسرا کردار ازواج مطہرات اور امہات المؤمنین کا ہے۔ صدر صاحب ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ سوچیں کہ وہ ازواج مطہرات کے مقابلہ میں کون سے اسلامی کردار کی تلقین فرمارہے ہیں، کیا ازواج مطہرات کی سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات سمیت تمام خواتین اسلام کو پردہ نشینی کا حکم دینا مذہب اور میانہ روی کے خلاف ہے۔ پردہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تعلیمات اور ازواج مطہرات کے کردار سے قطع نظر، خود قرآن کریم کی آیات ونصوص نے بھی خواتین اسلام کے لیے ان کا دائرہ کار وضع کر کے، انہیں گھروں کی چاردیواری کے اندر رہ کر، ایک باعصمت اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآنی آیات میں عورتوں کو زمانہ جاہلیت کی طرح بلاضرورت گھر سے باہر قدم رکھنے اور سر بازار برہنہ سر، بے پردہ گھومنے پھرنے اور نامحرم مردوں کے ساتھ آزادانہ گفتگو کی مخالفت کا واضح حکم موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکم کو انتہا پسندی کا نام دے کر اس کے مقابلہ میں مغربی طرز تہذیب اختیار کرنے کی تلقین کر کے صدر صاحب کے عزائم پہلے سے زیادہ کھل کر سامنے آگئے ہیں کہ وہ اسلام کی صحیح اور حقیقی تعبیر سے بیزار ہیں اور اپنی آئیڈیل

شخصیت، سیکولرازم کے علم بردار، اسی مصطفیٰ کمال اتاترک کے نقشِ پا پر چلنے کا عزم رکھتے ہیں، جس نے ترک کی سرزمین سے اسلام کا نام ونشان تک مٹانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔

جنرل صاحب نے کرسی اقتدار پر مسند نشین ہوتے ہی ایسے دین بیزار عزائم وافکار کو لفظوں کا جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا، جن کے ڈانڈے بیک وقت کمال اتاترک اور یورپ کی مادر پدر آزاد اخلاق باختہ تہذیب سے جا ملتے ہیں۔ اس بنا پر ان کے متذکرہ خیالات کے اظہار کا واقعہ واقفان حال کی نظروں میں خلاف توقع اور انوکھا نہیں۔

اہل مغرب کی اطاعت کیشی، ان کے سامنے ضرورت سے زیادہ جھکاؤ اور پھر اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے سیکولرازم طرزِ تہذیب وفکر اپنانے کی تلقین صراحتاً وہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔

واضح رہے کہ سیکولرازم کے تحت، مذہب اور دین فرد کا ایک ذاتی مسئلہ بن جاتا ہے، معاشرے کی اجتماعی سیاسیات اور اخلاقیات کے حدود اربعہ سے مذہب کا عنصر خارج ہو جاتا ہے۔ انفرادی اور شخصی زندگی میں مذہب اور دین پر عمل کا معاملہ سیکولرازم میں اگرچہ فرد کا مسئلہ حق ہے، لیکن معاشرے کا مذہبی اور دیندار طبقہ اگر سیاست ومعاشرت کی اجتماعی تشکیل مذہب کے اصولوں کے تحت کرنا چاہے تو یہ خیال سیکولر نظریہ سے متصادم ہوگا۔ جنرل صاحب اس ملک کو ایک ایسا سیکولر اسٹیٹ بنانے کی خواہش رکھتے ہیں، جس میں اجتماعی سیاست ومعاشرت کے دائرۂ حدود سے مذہب کا عنصر کان سے پکڑ باہر کر دیا جائے، ان کا یہ خیال اسلام اور تصورِ پاکستان سے انحراف ہے۔ ان ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کو سیکولرازم کے بھینٹ چڑھانا کوئی معمولی بات نہیں، جنہوں نے خون کے کئی دریا عبور کر کے ایک آزاد اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے، پاکستان کی صورت میں اپنے خوابوں کی ایک زندہ اور متشکل صورت دیکھی۔ تاریخی اور زمینی حقائق کی روشنی میں اس امر سے قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اسلام ہی تحریک پاکستان کی اساس تھا، جس کے مآخذ اور سرچشمہ قرآن وحدیث ہیں۔ ان دونوں بنیادی مآخذ سے متصادم نظریات جن کا اظہار جنرل صاحب نے کیا ہے پاکستان کے مسلمان معاشرے کے لیے قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

چوری کی سزا اسلام نے ''قطع ید'' تجویز کی ہے قرآنی آیات اس سلسلے میں واضح اور صریح ہیں، جن میں چوری کا حکم واضح لفظوں میں ''قطع ید'' بتایا گیا ہے۔ جنرل صاحب نے قرآن کے اس دوٹوک حکم کے حوالہ سے بھی اپنی ناپسندی کا اظہار کر کے، ڈنکے کی چوٹ پر حکم خداوندی سے اعلان بغاوت کیا اور اسے انتہاپسندی کا نام دے کر بانگ دھل بتایا کہ وہ اس حکم کو ہرگز نافذ العمل نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام نام ہی خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے آگے سرِتسلیم خم کرنے کا ہے، عقل کے گھوڑے دوڑانا تقاضۂ اسلام نہیں، بلکہ وہ سیکولرازم ہے جس نے ہر شی کو عقل وقیاس کی کسوٹی پر پرکھنے کے زہریلے جراثیم پھیلائے۔ جنرل صاحب کے اردگرد منڈلانے والے عناصر کا محدود ٹولہ اگر ان کی ہاں میں ہاں ملانے اور انہی کا راگ الاپتا ہے تو ان کی سیکولر فکر ونظر پر پوری قوم کی کو قیاس کرنا کہاں کی دانشمندی ہے!!! مسلّمہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مذہبی

اور اسلامی اقدار وتعلیمات پر عمل کرنے والے مسلمان پاکستان میں ہیں، دینی اداروں اور مضبوط اسلامی قلعوں کا سب سے بڑا نیٹ ورک پاکستان میں ہے۔ اسلامی علوم وفنون کی تحقیق واشاعت کی سب سے بڑی آماجگاہ یہی سرزمین پاکستان ہے۔ جس سے بدیہی طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں الحمدللہ مذہبی اقدار پر کاربند اور اپنے اسلامی شعائر کو جذباتی حد تک احترام وعقیدت کی نظر سے دیکھنے والی ایک غیر معمولی اور قابل لحاظ جمعیت موجود ہے۔ ان کے مقدس اسلامی جذبات واحساسات پر تنقید کے تیر برسا کر، فرسودگی اور قدامت کی پھبتیاں کس کر مجروح کرنا، اخلاقیات کے نقطۂ نظر سے بجائے خود انتہا پسندی کی ایک افسوس ناک مثال ہے۔

حقائق بتاتے ہیں کہ پاکستان کو ایک آزاد خیال سیکولر ریاست بنانے کی سازش انتہائی اعلی سطح کی منصوبہ بندی کے بعد شروع ہو چکی ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ سے ملک میں سیکولرازم کی حمایت اور نظریہ پاکستان کی مخالفت میں اٹھنے والی آوازیں ''ٹیسٹ کیس'' کی ایک شاطرانہ چال معلوم ہوتی ہے چناں چہ پاکستان کے قومی شاعر ومفکر علامہ اقبال کو بھی نشانہ بنایا گیا، علامہ اقبال جن کا کہنا ہے۔

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مقام شکر ہے کہ اس محاذ پر پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے ایک انبوہ عظیم سرگرم عمل نظر آرہا ہے اور وہ مخالفین کو علمی اور عملی سطح پر مغلوب کرنے کی توانائیوں سے بھی ایک حد تک مالا مال ہے، اس لیے توقع کی جانی چاہیے کہ پاکستان کی اسلامی سرحدات کی بقاء وتحفظ اور سیکولرازم کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں صحیح الفکر اسلامیانِ پاکستان کی جو جماعت میدانِ عمل میں اُتری ہے، وہ ان تمام منصوبوں کو ناکام بنانے میں کامیاب رہے گی جو اس نظریاتی ملک کو سیکولر بنانے کے لیے عرصے سے جاری ہیں۔

صدر صاحب سے بھی ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ اسلام کی دائمی صداقتوں کو روشن خیالی کا جامہ پہنانے کی سعی لاحاصل میں اپنی توانائی ضائع نہ کریں، ملک کی ترقی کے حقیقی اسباب پر توجہ دیں، یہ دین اپنی اصلی شکل وصورت میں عہد نبوی سے لے کر آج تک باقی رہا اور قیامت تک باقی رہے گا، روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے عنوان سے اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے کے لیے ان سے پہلے بھی کئی حکمرانوں نے کوششیں کی تھیں، لیکن ان میں الحمدللہ کسی کی سعی بھی کامیاب نہ ہو سکی، البتہ ایسے لوگوں نے اپنی عاقبت ضرور خراب کی اور آج ان کا نام ونشان تک نہیں، ان کی تاریخ، عبرت کے لیے کافی ہے اور جو دوسروں سے عبرت حاصل نہیں کرتا، اس کے خود نمونۂ عبرت بننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

☆......☆......☆